<u>استدراک</u>

جناب خسرو ؔمی صاحب
ــــ ناظم آباد۔ کراچی ــــ

تحریکِ خلافت

علی برادران ـــــــ اور ـــــــ دو مقبول عوامی نظموں کے شاعر

صفر ۱۴۰۴ھ کے شمارہ الحق کے صفحہ ۳۸ کی آخری سطر میں پروفیسر محمد اسلم صاحب کو تسامح ہوا ہے کہ انہوں نے تحریکِ خلافت کے دور کے مشہور شعر ؎ بولیں اماں محمد علی کی ـ جان بیٹا خلافت پہ دیدو ۔ کو خود مولانا محمد علی جوہر کا فرمودہ بنایا ہے، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جن دو عوامی نظموں کو ہندوستان کے طول وعرض میں مقبولیت عام حاصل ہوئی ان میں سے پہلی نظم "صدائے خاتون" کا یہ اوّلین شعر ہے۔ اس نظم کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک دوسری نظم "صدائے مظلوم" یا کراچی کے قیدی" بھی اسی حد تک عوام میں مقبول ہوئی تھی، جسکا پہلا شعر ـــــــــ ؎ کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی ـــ ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو ـ تھا۔ یہ دونوں ہی منظومات کسی غیر معروف متشاعر کی ہیں جس نے ان دونوں ہی کے آخری بندوں میں اپنا نام وتخلص "یاسین" شامل کیا ہے۔ اگرچہ فکری اعتبار سے تو ان دونوں میں سے کسی میں بھی کوئی خاص شعری ندرت نہیں ہے اور فنی معیار سے بھی سقیم ہیں لیکن کیونکہ یہ دونوں ہی اس عہد کے برانگیختہ عوامی جذبات کی ترجمان تھیں، لہذا نہ صرف شہروں بلکہ دور افتادہ دیہات تک میں گھر گھر گائی جاتی تھیں، حتّٰی کہ اس مقبولیت میں ہندو یا مسلم کی بھی تخصیص نہیں تھی کیونکہ تحریکِ خلافت میں، سیاسی شہرت ومنفعت اندوزی کیلئے گاندھی اینڈ کو بھی منافقانہ شریک ہوکر تحریک کے سورماؤں میں شمار ہوتے تھے۔

اوّل الذکر" صدائے خاتون" میں چار چار مصرعوں کے پندرہ بند یعنی تیس ۳۰ اشعار ہیں اور پندرھویں بند کے تیسرے مصرعہ میں تخلص (یاسین) باندھا گیا ہے، جس سے واضح ہے کہ اس نظم کا کوئی شعر مولانا جوہر کا نہیں ہو سکتا۔ اس کے ابتدائی شعر سے خدا جانے پروفیسر صاحب کو یہ التباس کیوں ہوا کہ مولانا کا ہے، جبکہ "بولیں اماں محمد علی کی" کسی دوسرے شخص کا ہی قول ہو سکتا ہے۔ نہ کہ خود مولانا محمد علی کا (جن کے مجموعۂ کلام میں یہ شعر درج نہیں ہے۔) دوسری عوامی نظم "صدائے مظلوم" یا "کراچی کے قیدی" میں بھی چار چار مصرعوں کے ہی اٹھارہ بند یعنی چھتیس ۳۶ اشعار ہیں اور اس کے بھی آخری بند کے دوسرے مصرعہ میں تخلص (یاسین) شامل ہے۔

ان دونوں منظومات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا خالق موزوں طبع تو ضرور تھا مگر علم فن سے نابلد چنانچہ

"صدائے مظلوم" کے پندرھویں بند کے ابتدائی تینوں مصرعوں میں بغیر قافیہ کے صرف ردیف "مبارک" ہی سے کام چلایا ہے۔ دوسرے یہ کہ دونوں نظموں کے ہر بند میں جو چوتھا مصرعہ دہرایا گیا ہے، جس سے ترجیع بند کی سی شباہت پیدا ہوگئی ہے، ایسی ترجیع صرف طاق مصرعوں والے بند میں ہوتی ہے۔ جبکہ ان دونوں کے ہر بند میں صرف چار چار مصرعے ہی ہیں۔ پھر ایک عجوبہ یہ بھی کہ ہر بند کا چوتھا مصرعہ تو مرجوعہ ہے ہی لیکن ہر دو ابتدائی بندوں کا مصرعۂ ثانی بھی وہی ہے۔ یعنی ہر دو افتتاحی بندوں کا مصرعۂ اولیٰ اور ثالثہ تو البتہ باہم مختلف ہیں، لیکن دوسرا اور چوتھا مصرعہ ایک ہی ہے۔ پھر یہ بھی کہ چوتھا مرجوعہ مصرعہ اکثر بندوں میں پہلے تین مصرعوں سے غیر مربوط ہے۔ مزید لطیفہ یہ کہ "صدائے مظلوم" کے دسویں بند میں "کھوتے" اور "روتے" کے قوافی کے ساتھ "چھوٹے" باندھا گیا ہے۔ "صدائے خاتون" ماں کا تخاطب دونوں بیٹوں سے "صدائے مظلوم" کراچی کے قیدیوں کا پوری قوم کو پیغام ہے۔ لیکن دونوں میں تخلص ایسے بے ڈھنگے پن سے ٹھونسا گیا ہے کہ بالکل انمل بے جوڑ ہو گیا ہے۔

حاصل نگارش یہ کہ ان دونوں منظومات کے خالق نے محض موزونیت طبع کے زور پر عوام کے وقتی جذبہ کی ترجمانی کیلئے یہ موزوں کی تھیں اور کیونکہ اس دور کے عوامی احساسات و جذبات سے ہم آہنگ تھیں لہذا عوام کے ذہنوں اور زبانوں پر جگہ پا گئیں۔ لیکن کیونکہ یہ صرف اس خاص وقت کی آواز تھیں لہذا وقتی مقبولیت ہی پا سکیں اور پھر محض اس حیثیت کی حامل رہ گئیں کہ اس دور میں جہادِ حریت کے ان دونوں مجاہدوں کو پیش آمدہ ابتلاء اور اس میں ان کی بے خوفی اور صبر و استقامت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ قطع نظر ان نظموں کے متشاعر کی فنی نااہلیت کے یہ ماننا پڑے گا کہ اس نے اس دور کے عوامی جذبات کی ترجمانی کیلئے نہج اظہار بلاشبہ بہت ہی متاثر کن اختیار کیا کہ "صدائے خاتون" تو ایک بیوہ ضعیف ماں کی ممتا بھری آواز میں بے گناہ گرفتارِ عقوبت بیٹوں کے مصائب پر فریاد اور ساتھ ہی ساتھ انہیں پیام عزیمت و استقلال ہے اور "صدائے مظلوم" ان اسیرانِ بلائے افرنگ کی زبان سے اپنی قوم کو حق پر استقامت اور باطل سے مقاومت کی وصیت، نیز مستقبل میں خود پر توڑے جانے متوقع مظالم کے مقابلہ کیلئے اظہار جرأتمندی ہے۔ سیدھی سادی عام فہم زبان میں اس طریقۂ اظہار جذبات عمومی نے اگر اس ہیجانی دور میں عوام کو مسحور کر لیا تھا تو کیا تعجب ہو سکتا ہے۔

ان دونوں نظموں کی تخلیق کے وقت کا تعین یوں کیا جا سکتا ہے۔ کہ علی برادران کی اس ابتلا کے مختلف مدارج کی تاریخوں پر نظر ڈالی جائے۔ مولانا جوہر کو (آسام سے مدراس جاتے ہوئے والٹیر ریلوے اسٹیشن پر) ۱۴ ستمبر ۱۹۲۱ء کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اور اسی مہینے کی ۲۶ تاریخ کو (کراچی کے خالقدینا ہال میں) ان کے اور ان کے رفقاء کے خلاف مقدمہ کی سماعت شروع ہو کر یکم اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ختم ہوئی اور ۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو ان دونوں بھائیوں اور ان کے پانچ ساتھیوں کو دو دو سال کی قید بامشقت کی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا تھا۔ لہذا "صدائے خاتون" تو ۲۶ ستمبر

۱۹۲۱ء سے ۴ر نومبر ۱۹۲۱ء تک کے اس زمانۂ تذبذب کی ہے جبکہ اندیشہ یہ تھا کہ یا تو ان دونوں بھائیوں کو عمر قید کی سزا دیکر "کالے پانی" (جزیرۂ انڈمان) بھیج دیا جائے گا۔ یا پھانسی دیدی جائے گی۔ جیسا کہ اس نظم سے ظاہر ہے۔ اور "صدائے مظلوم" اس مقدمہ کا ڈھونگ رچا کر ۴ر نومبر ۱۹۲۱ء کو فیصلہ صادر کرنے کے فوری بعد کی ہے۔ جب ان سات افراد کی دو دو برس کی اسارت کا آغاز ہو رہا تھا۔ اب آپ ان بھولی بسری دونوں نظموں کو (معہ ان کی مذکورہ فنّی خامیوں کے) ملاحظہ فرمائیں:

صدائے خاتون

۱۔ بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی
جان بیٹا خلافت، پہ دے دو

★

۲۔ ہو تمہیں میرے گھر کا اُجالا
تھا اسی واسطے تم کو پالا
کام کوئی نہیں اس سے اعلیٰ
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

★

۳۔ اے مرے لاڈلے میرے پیارو
اے مرے چاندلے مرے تارو
میرے دل اور جگر کے سہارو
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

★

۴۔ صبر سے جیل خانے میں رہنا
جو مصیبت پڑے اسکو سہنا
کیجیو اپنی اماں کا کہنا!
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

۵۔ بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا
کلمہ پڑھ کر خلافت پہ مرنا
پورا اس امتحان میں اترنا
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

★

۶۔ گر ذرا سست دیکھوں گی تم کو
دودھ ہرگز نہ بخشوں گی تم کو
میں دلاور نہ سمجھوں گی تم کو
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

★

۷۔ میرے بچوں کو مجھ سے چھڑایا
دل حکومت نے میرا دکھایا
اس بڑھاپے میں مجھ کو ستایا
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

★

۸۔ میرے بچوں کو پکڑا سفر میں
کسطرح چین ہو مجھ کو گھر میں
خاک دنیا ہے میری نظر میں
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

۹۔ اب مری حق سے فریاد ہوگی
غیب سے میری امداد ہوگی
میری محنت نہ برباد ہوگی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

★

۱۰۔ ہوتے میرے اگر سات بیٹے
کرتی سب کو خلافت پہ صدقے
ہیں یہی دینِ احمدؐ کے رستے
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

★

۱۱۔ کالے پانی خوش ہو کے جانا
سجدۂ شکر میں سر جھکانا
میں پڑھوں گی خدا کا دوگانہ
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

★

۱۲۔ پھانسی آئے اگر تم کو جانی
مانگنا مت حکومت سے پانی
بات رکھیو خاندانی
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

۱۳۔ حشر میں حشر برپا کرونگی
پیش حق تم کو لیکر چلوں گی
اس حکومت پہ دعویٰ کرونگی
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

۱۴۔ دین و دنیا میں پاؤگے عزت
سب کہیں کے شہید خلافت
اے محمد علی اور شوکت
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

۱۵۔ آج اسلام نرغہ میں آیا
ظلم کفار نے مل کے ڈھایا
چین یا سین ہم نے نہ پایا
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

صدائے مظلوم

۱۔ کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو
آبرو حق کے رستے میں دیدی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۲۔ لو، سزا بیگناہوں نے پائی
آج ہوتی ہے تم سے جدائی
سارے ہندو مسلمان بھائی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۳۔ قید سے ہم جو جیتے بچیں گے
بھائیو تم سے پھر آملیں گے
صبر سے شکر سے ہم رہیں گے
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۴۔ تم ہمیں یاد کر کے نہ رونا
آنسوؤں سے نہ دامن بھگونا
مل کے سوراج کا بیج بونا
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۵۔ کام مل کر خلافت کا کرنا
جز خدا کے کسی سے نہ ڈرنا
حق کے رستہ پہ کچھ کر گزرنا
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۶۔ جرم بس ہم نے اتنا کیا تھا
دین احمد کا فتویٰ دیا تھا
کیا حکومت کا اس میں برا تھا؟
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۷۔ بات قرآن کی جب سنائی
یہ سزا اس کے بدلے میں پائی
مل کے سب دو خدا کی دوہائی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۸۔ بات ہم نے کہی تھی جو سچی
اس کے بدلے میں پیسیں گے چکی
کس کی تقدیر ہے ہم سے اچھی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۹۔ ہائے سچی شریعت کے عالم
ہائے دین محمد کے خادم
دشمنوں کے بنے آج مجرم
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۱۰۔ ہیں مسلمان سب جان کھوتے
آسماں پر فرشتے ہیں روتے
صبر کرلیں بڑے اور چھوٹے
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۱۱۔ کچھ نہیں بال بچوں کا غم ہے
پر خلافت کا ہم کو الم ہے
پس اسی واسطے چشم نم ہے
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

★

۱۲۔ بے خطا تھے، سزا پارہے ہیں
بے گناہ قید میں جارہے ہیں
ہم کو اغیار کلپا رہے ہیں
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۳- دینِ حق کی حمایت کے خاطر
اور پیاری خلافت کے خاطر
اس نبیؐ کی امانت کے خاطر
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۴- تم کو محلوں میں رہنا مبارک
بستر اور بچھونا مبارک
جیل کا ہم کو کونا مبارک
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۵- عیشِ دنیا کے تم کو مبارک
خوان سب نعمتوں کے مبارک
ہم کو فاقہ پہ فاقہ مبارک
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۶- تم کو تن زیب بیٹھے مبارک
تم کو ریشم کے کپڑے مبارک
ہم کو کمبل کے ٹکڑے مبارک
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۷- ہتھکڑی تو ہے مردوں کا گہنا
جانگیہ ہم نے کمبل کا پہنا
آدھی ٹانگیں ہیں ننگی برہنہ
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

۱۸- ہے سلام آخری یہ ہمارا
کہ دو یاسینؔ تم آشکارا
قید میں ہم کریں گے گزارا
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

اس "صدائے مظلوم" کے بند نمبر ۶ ، ۷ ، ۸ میں تلمیح کی وضاحت یہ ہے کہ ۸ ر تا ۱۰ ر ستمبر ۱۹۲۱ء کراچی کی بندر روڈ پر عیدگاہ میدان میں منعقدہ خلافت کانفرنس میں ۹ ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو پورے ہندوستان کے کم و بیش پانچ سو مقتدر علمائے دین کے اس متفقہ فتوے کا اعلان کیا گیا تھا کہ کیونکہ انگریز ترکوں سے برسرِ پیکار ہیں لہٰذا ان کی فوج میں ملازمت یا اس جنگ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا انفرادی یا اجتماعی تعاون از روئے قرآن و حدیث خلاف شرع ہے اور پھر ۱۱ ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو مولانا جوہرؔ نے اختتامی خطبۂ صدارت میں پر زور طریقہ پر اس فتوے کے مطابق عمل کیلئے ہندوستانی مسلمانوں کو دعوت دی تھی۔ اسی خطبۂ صدارت پر مولانا اور ان کے رفقاء کے خلاف مسلمان سپاہیوں میں حکومت کے خلاف بددلی اور بغاوت پھیلانے کا الزام لگا کر اس مقدمہ کا ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔ اور دورانِ مقدمہ مولانا جوہرؔ نے استغاثہ کے جواب میں وہ معرکۃ الآرا ، مدلّل و مُسکت تقریر عدالت میں کی تھی جس میں اپنے موقف پر شد و مد سے اصرار کرتے ہوئے عائدکردہ الزام کی توثیق کی تھی۔ اور اس نظم کے بند نمبر ۹ میں جن علمائے شریعت اور خدامِ دین کیطرف اشارہ ہے۔ ان سے مقصود مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا نثار احمد کانپوری اور مولانا غلام مجدّد سرہندی ہیں ، جو علی برادران ، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور سوامی شنکر آچاریہ کے ساتھ اس مقدمہ میں ماخوذ تھے۔

امید ہے کہ ان سطور سے پروفیسر محمد اسلم صاحب کی محولہ صدر تحریر سے پیدا شدہ قارئین کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جائیگا۔ نیز از یاد رفتہ یہ دونوں نظمیں بھی "الحق" کے صفحات پر محفوظ تر ہو جائیں گی۔ میں کئی سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ ان منظومات کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کر سکوں لیکن ہنوز ناکام ہوں۔ ممنون ہوں گا اگر اس تحریر کا کوئی قاری یہ بتا سکے کہ یاسینؔ کون تھا ، کس شہر اور کس محلہ میں رہتا تھا ، اس کے مشاغلِ حیات اور ذریعۂ معاش کیا تھا ، خاندانی پس منظر کیا تھا۔ اور کیا وہ باقاعدہ تحریکِ خلافت سے وابستہ تھا یا محض وقتی طور پر حالات سے متاثر ہو کر اپنے یہ جذبات منظوم کئے تھے۔ ؟ وغیرہ وغیرہ۔